ڈاکٹر شیراز فضل داد

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو (فی میل)

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

یوسف ظفر کی شاعری میں تصور مذہب اور وطنیت

Yousuf Zafar is an eminent poet of Halqa-e-Arbab-e-Zouq. He has various colors and shades in his poetry. He gets the themes for his poetry from life. In his poetry, he mainly focused on the topics of religion, Sufism and nationalism. He thought that in order to become a true Pakistani first he has to become a true Muslim. He also wrote many poems on the famous personalities of Pakistan like Quid-e-Azam, Iqbal, Liaqat Ali Khan, and Hafeez Jhalandhry. Yousuf Zafar is very keen to save our cultural heritage, particularly the Urdu language. This article studies Yousuf Zafar's conceptualization of religion and nationalism.

یوسف ظفر ادبی دنیا میں استاد یوسف ظفر کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ شاعری میں یوسف تخلص کرتے تھے بعد میں تخلص بدل کر ظفر لکھنا شروع کیا۔ یوسف ظفر کا کلام چھ مجموعوں پر مشتمل ہے جو''زنداں''، ''زہرِ خند''، ''صدا بصحرا''، ''حریمِ وطن''، ''نوائے ساز'' اور ''عشق پیچاں'' کے نام سے ہیں۔ ان مجموعوں میں نظمیں اور غزلیں دونوں شامل ہیں۔ یوسف ظفر کی نجی زندگی بہت سی مشکلات کا شکار ہوئی، انھوں نے خود اپنی زندگی کو المیہ قرار دیا۔ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود بہت عرصے تک کوئی مستقل اور معقول ملازمت نہ مل سکی۔ وہ روزنامہ الجمعیت میں مترجم کی حیثیت سے اور جوش کے پرچے ''کلیم'' کے لیے بھی کام کرتے رہے۔ بعد ازاں ''ہمایوں'' کے نائب مدیر ہوئے اور پھر بنک مینجر بنے، ایک سال کے لیے پاک فضائیہ سے بھی منسلک رہے۔ ریڈیو پاکستان میں مسودہ نگار اور ڈراما نگار کے طور پر کام کیا۔ ہفت روزہ آزاد کشمیر کے مدیر رہے اور آزاد کشمیر ریڈیو سے ''ڈھول کا پول'' کے نام سے ایک پروگرام کے مسودہ نگار کے طور پر کام کرتے رہے۔ ڈراموں اور مسودوں کے علاوہ انہوں نے یہودیت کے موضوع پر ایک مکمل کتاب بھی لکھی تاہم ادبی دنیا میں ان کی پہچان ان کی شاعری بنی۔

یوسف ظفر کی شاعری کے موضوعات میں بہت تنوع اور رنگا رنگی ہے۔ وہ خود کو کسی ایک موضوع تک محدود نہیں رکھتے۔ بنیادی طور پر رجائیت پسند ہیں۔ زندگی نے ان کو بہت سی آزمائشوں سے گزارا، وہ بہت سے مشکل مراحل سے گزرے، اس کے باوجود ان کی شاعری میں مایوسی اور قنوطی اندازِ فکر بہت کم نظر آتا ہے۔ وہ زندگی کے ہر پہلو کو

مثبت حوالے سے دیکھتے ہیں اور رجائی انداز سے اس پر غور وفکر کرتے ہیں۔ زندگی سے ان کو زیادہ شکایات نہیں ہیں، سماجی رویوں سے وہ شاکی نظر آتے ہیں لیکن اس میں ان کی ذاتی شکایت کم ہے اور مجموعی رویوں کی بات زیادہ ہے۔ وہ بنیادی طور پر انسان دوست شاعر ہیں۔ حلقہ اربابِ ذوق کے حوالے سے یوسف ظفر کا نام نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ وہ نہ صرف حلقے کے اوّلین ارکان میں شامل تھے بلکہ تین مرتبہ حلقے کے سیکرٹری بھی رہے۔ شاعری کے حوالے سے ان کا ایک قابل ذکر اقدام یہ ہے کہ حلقے کی مجلسوں میں تفریح طبع کے لیے پڑھی جانے والی شاعری پر تنقید کی طرف توجہ دلائی اور اس کے لیے سب سے پہلے اپنی نظم پیش کی۔ حلقہ اربابِ ذوق کی ادبی خدمات کے حوالے سے ان کا کہنا ہے:

''میں سرزمینِ ہندو پاک کے ان بے شمار ادیبوں میں سے ہوں جن کے فن اور ذات پر حلقہ اربابِ ذوق کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ حلقے نے ہم لوگوں کو ایک مزاج دیا، ایک اندازِ نظر بخشا، ہمارے فکر وشعور کو جلا دی اور ہمیں ایسا ماحول عطا کیا جس میں ہم ایک دوسرے کے ذوق کو پروان چڑھا سکیں۔۱

یوسف ظفر کے شعری تجربے میں داخلیت کو بہت اہمیت حاصل ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ اپنی شاعری کی اساس زندگی پر استوار کرتے ہیں اور خارجی زندگی کے تجربات کو اپنے باطن میں جذب ہو جانے کا موقع دیتے ہیں۔ یوں شعر ان کا داخلی تجربہ بن جاتا ہے۔ ڈاکٹر انور سدید کے مطابق:

''حلقہ اربابِ ذوق کی شاعری میں یوسف ظفر کی عطا یہ ہے کہ انھوں نے خام موادتو زندگی سے حاصل کیا اور اسے داخل کی ہلکی آنچ پر پکا کر تخلیقِ شعر کا فریضہ ادا کیا۔ چنانچہ وہ صرف خارج کو ہی متحرک نہیں کرتے بلکہ داخل کی سلگتی ہوئی آنچ بھی قاری کے دل میں اتار دیتے ہیں۔۲

یوسف ظفر نے چونکہ اپنی شاعری کے موضوعات اپنی زندگی سے ہی کشید کیے ہیں جس میں ان کی خارجی اور داخلی دونوں دنیائیں شامل ہیں۔ وہ اپنی شاعری کے متعلق خود کہتے ہیں کہ جب کوئی واقعہ ان کی نظروں سے گزرتا ہے تو وہ اس پر فوراً کچھ نہیں کہتے بلکہ اسے اپنے باطن میں جذب ہونے کا پورا وقت دیتے ہیں۔ جب وہ خیال یا واقعہ ان کے باطن سے شعر بن کر باہر آتا ہے تو اس کی شکل اور نوعیت یکسر بدل چکی ہوتی ہے۔ یہ بات تو طے ہے کہ کوئی بھی واقعہ ہر شخص کو ایک ہی طرح سے متاثر نہیں کرتا اور نہ ہی اس کا اظہار سب کے ہاں یکساں ہوتا ہے لیکن یوسف ظفر خارجی دنیا کے واقعات کو اپنے باطن سے یوں سمو دیتے ہیں کہ وہ ہنگامی صورتِ حال کی عکاسی نہیں بلکہ ایک داخلی تجربہ بن جاتا ہے۔ ان کے ہاں ہر طرح کے موضوعات ملتے ہیں۔ مذہب، تصوف اور وطنیت ان کے نمایاں موضوعات ہیں۔ سماجی زندگی اور اس کے موضوعات بھی ان کی شاعری سے خارج نہیں ہیں بلکہ معاشی، معاشرتی

زندگی کا ہر پہلوان کی شاعری سے جھلکتا ہے۔ سماجی زندگی کو وہ اجتماعی اور انفرادی ہر دو سطح پر پیش کرتے ہیں۔ انفرادی سطح زیادہ نمایاں ہے، بڑے بڑے واقعات اور تجربات کو فرد کے احساسات اور جذبات کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ فلسفیانہ نظریات اور افکار بھی ان کی شاعری کا موضوع ہیں۔ خاص طور پر شاعری وقت، موت، زندگی اور کائنات سے متعلق اپنے فلسفیانہ نظریات کو مختلف نظموں کا موضوع بنایا۔

یوسف ظفر کی زندگی میں روحانیت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ یوسف ظفر کو زندگی میں دو بار حج کی سعادت حاصل ہوئی۔ حج کے بعد ان کی زندگی میں بہت نمایاں تبدیلی آئی۔ عشقِ رسول ان کے دل میں ہمیشہ سے موجود تھا اس سفر کے بعد اس میں بہت شدت آ گئی۔ ان کی نعتوں میں سرشاری کی کیفیت پیدا ہونے لگی۔ مذہب اور روحانیت کی طرف رغبت کے حوالے سے انھوں نے حریمِ وطن کے حرفِ آخر میں جو وجوہات پیش کی ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں:

> ''میں نے مادی حقائق کے خوفناک نتائج دیکھ کر کبھی مذہب سے روگردانی نہیں کی لیکن یہ واقعہ ہے کہ میں مذہب کی حقیقت سے بہت دیر میں روشناس ہوا۔ قیامِ پاکستان نے میرے ذہن کو جھنجھوڑا۔ میرے لیے یہ قابلِ قبول نہ تھا کہ پاکستانی ہونے کے لیے پیشانی پر مسلمان ہونے کی سند لیے پھروں لیکن دل سے نہ مسلمان ہوں نہ پاکستانی۔۳

گویا یوسف ظفر نے نام نہاد مسلمان ہونے کی بجائے حقیقی مسلمان بننے پر توجہ دی۔ اس حوالے سے انھوں نے اپنے مرشد مولا حضرت محمد فاروق رحمانی اور محمد عارف عثمانی کی رہنمائی کا بھی اعتراف کیا۔ یوسف ظفر نے حمد، مناجات، نعت اور منقبت میں اپنی عقیدت کا اظہار مختلف پیرایوں میں کیا ہے۔

خموش کوہ و بیاباں ترے تصور میں
سکوت ارض و سما عالم خیال میں ہے
مری زباں پہ نہ جا میرے دل پہ ارضاں کر
وہ زیروبم جو ترے نغمہ جمال میں ہے۴

یوسف ظفر نے کشمکش اور نفسانفسی کے دور میں اپنے خالق و مالک سے اپنے تعلق کا اظہار بہت منفرد انداز سے کیا ہے۔ بندگی کے اظہار میں وہ عظمتِ آدم کو بھی برقرار رکھتے ہیں۔ وہ اپنی ذات کے توسط سے اپنے خالق کی ذات کو کھوجنا چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ عہد جدید کا کشمکش میں گھرا انسان اپنے مالک کی ذات کو اس لیے نہیں پا سکتا کہ انتشار کے اس دور میں وہ خود کو نہیں پہچان پاتا، اس کی اپنی ذات اس کے فہم وادراک کی حدوں سے باہر ہے۔ شاعر اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ساتھ اپنی ذات کا بھی متلاشی ہے۔ وہ اپنے اور اپنے رب کے رشتے کے استحکام اور اپنے

لیے یقین کی دولت کے خواہاں ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''ہمارے اس عہد آفریں دور میں سب سے حیرت انگیز واقعہ یہ ہے جہاں سائینس کے جدید ترین انکشافات نے انسانیت کو فنا کے گھاٹ پر لا کھڑا کیا ہے اور انسانوں کا ایک زبردست گروہ ان سے مرعوب ہو کر ان تمام اقدار سے روگرداں ہو رہا ہے جنھوں نے مذاہبِ عالم کی سرپرستی میں امن و اطمینان عطا کرنے کا وعدہ کیا تھا، وہاں انسانوں کا ایک گروہ اسی شد و مد سے اپنی اقدار کا دامن تھام رہا ہے اور اسے آج بھی یقین ہے کہ فنا ہو یا بقا سکونِ حیات مذہب ہی کی پناہ میں ہے۔'' ۵

عشقِ رسولؐ، یوسف ظفر کی زندگی میں رچا بسا ہے اور یہی رچاؤ ان کی نعتیہ شاعری میں بھی نظر آتا ہے۔ وہ زندگی کو عشقِ رسول قرار دیتے ہیں اور اس سلسلے میں وہ عاشقانِ رسول کی زندگیوں پر رشک کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی میں حضرت بلال، حضرت علی، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت اویس قرنی جیسے عشق کے متمنی ہیں۔ ان کے نزدیک عشقِ رسول ہی حیاتِ جاودانی عطا کرتا ہے۔ یوسف ظفر مشاعروں میں بہت کم شریک ہوتے تھے لیکن نعتیہ مشاعروں میں بہت عقیدت اور خلوص سے ہدیہ عقیدت پیش کرتے، خود بھی مسرور ہوتے اور سننے والوں کو بھی کیف و سرور کی کیفیت سے ہمکنار کر دیتے۔ پہلی مرتبہ جب وہ حج پر گئے تو ریڈیو جدہ کی اردو سروس نے ان کی نعت ریکارڈ کی اور نعت عین اس وقت نشر کی گئی جب وہ روضہ رسول پر حاضری دے رہے تھے۔ ڈاکٹر تصدق حسین راجا لکھتے ہیں:

''یوسف ظفر جب تک زندہ رہے اپنی اس نعت کا ذکر ضرور کیا کرتے تھے جو اس حج کے دوران ہی جدہ ریڈیو کی اردو سروس نے ریکارڈ کی تھی اور حُسنِ اتفاق دیکھیے کہ جس روز وہ مدینہ طیبہ میں روضہِ رسولِ مقبول پر حاضری دینے پہنچے اسی لمحے ریڈیو جدہ سے ان کی نعت نشر کی جا رہی تھی جسے سُن کر ظفر نے وہ کیف و سرور حاصل کیا جسے زبان و بیان میں لانا مشکل ہے۔ ایسی باتیں یقیناً نصیب والوں کے حصّہ میں آتی ہیں۔ ۶

تری شان کیسے کروں بیاں
کہ زبان و حرف ہیں بے زباں
یہ کرم کہ تو ہے درونِ دل
یہ شرف کہ تو ہے رہینِ جاں
کہ پہنچ سکے ترے حُسن تک نہ گماں ہی نہ خیال ہی

حسنت جمیع خصالہ

صلو علیہ وَ الِہ ۷

یوسف ظفر کے تمام شعری مجموعوں میں حمد ونعت کے اشعار کسی نہ کسی طور شامل ہیں تاہم ''حریمِ وطن''میں یہ رجحان بہت نمایاں ہے۔اس مجموعے میں مذہب اور وطنیت دونوں کو بہت اہمیت دی۔ یوسف ظفر کی زندگی میں مذہبی اور روحانی اعتبار سے جو اہم موڑ آیا وہ خود ان کے بقول قیامِ پاکستان ہی کے باعث آیا۔گویا اچھا پاکستانی بننے کے لیے وہ اچھا مسلمان بننے کی طرف متوجہ ہوئے تا کہ وہ خود کو اس خطے میں رہنے کے قابل بنا سکیں جس کو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ یوسف ظفر مذہب اور وطنیت دونوں کے حوالے سے خلوص کے متمنی ہیں۔خلوص اور سچائی کے بغیر یہ دونوں جذبے لاحاصل اور بے اثر ہیں۔مختار صدیقی، یوسف ظفر کی ملی شاعری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''جناب یوسف ظفر کا نیا مجموعہ''حریمِ وطن'' اسی ملی شعور کی ایک گراں بہا کڑی ہے جسے حالی کی درد مندی اور بصیرت اردو شاعری میں لائی تھی اور جسے اقبال کے عظیم ذہن اور آفاقی فنکاری کی بدولت عالمگیر پنہایاں نصیب ہوئی تھیں''۔۸

یوسف ظفر کے نزدیک وطن کی حیثیت ماں جیسی ہے وہ اس درد، رنج اور کرب کا ذکر کرتے ہیں جو ایک ماں کی زندگی کا حصّہ ہیں۔ایک ماں، ماں کے درجے پر متمکن ہونے سے پہلے جس کرب سے گزرتی ہے اس کا بیان ناممکن ہے۔ مادرِ گیتی کو بھی وہ اسی درد وکرب سے گزرتے دیکھتے ہیں اس لیے اس مقام اور اس کے مرتبے کی دل سے قدر کرتے ہیں۔

درد و رنج وکرب کے اس سیل سے کھلتا ہے رازِ ہست و بود
قیمتی ہے کس قدر سرمایہ جان و وجود
مادرِ گیتی!۔۔۔درود!!
چاندنی سے اپنا منہ سر ڈھانپ کر یہ کونپلیں جنتی ہے ماں
کن مراحل سے گزرتی ہے تو پھر بنتی ہے ماں
مادرِ گیتی!۔۔۔درود!!۹

یوسف ظفر کی شاعری کے مختلف ادوار میں وطنیت کے تصور کو انور سدید نے یوں واضح کیا ہے:

''حبِ وطن کا جذبہ یوسف ظفر کی شاعری کی قیمتی اساس ہے چنانچہ انگریزی حکومت کے زمانے میں ان

کے دل میں غلامی کا احساس کانٹے کی طرح چبھتا رہا اور وطنِ عزیز زنداں کی علامت بن گیا۔ دوسرے دور میں یوسف ظفر نے غلامی کے احساس پر غالب آنے کی کوشش کی اور اس کے ہاں زہر خند پیدا ہوا۔ آزادی کے بعد یوسف ظفر ایک نئی صورتِ حال سے دوچار ہوا اور اب اس کی آواز نوائے ساز بن گئی چنانچہ اس کی شاعری میں وطنِ عزیز''ماں'' کے روپ میں ابھرا۔۔۔۔ارتقاء کی آخری منزل پر جب ان کا مشاہدہ روحانی تجربے کی صورت اختیار کر گیا تو وطنِ عزیز کے دو ٹکڑے ہو گئے چنانچہ عشقِ پیچاں کی شاخ پیلی پڑنی شروع ہو گئی۔۱۰

یوسف ظفر نے وطن کو مادرِ گیتی کہا۔ ان کے نزدیک ماں دنیا کی سب سے اہم ہستی ہے اور جیسے ماں کی گود بچے کے لیے راحت ہے ایسے ہی وطن کی سرزمین بھی اہلِ وطن کے ہر درد کا درماں کرتی ہے۔ یوسف ظفر ماں کو بہت بلند رتبے پر دیکھتے ہیں اور ماں سے ان کا تعلق محبت کا ہی نہیں عقیدت کا بھی ہے۔ وہ اس کو سجدہ کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ یوسف ظفر نے عورت کے ہر روپ کا احترام کیا ہے۔ عورت ماں ہو، بیوی ہو یا پھر مادرِ گیتی وہ اپنے سینے پر کتنے ہی دکھوں کا بوجھ لیے پھرتی ہے۔ شاعر جب ایک سڑک کو دیکھتا ہے تو اس پر بھی اس کو عورت کا گماں ہوتا ہے جو اپنے دل پر بوجھ اور داغ لیے چپ چاپ رواں ہے جہاں وہ مادرِ گیتی سے بے پناہ محبت اور عقیدت کی بات کرتے ہیں وہاں ''ٹیگو'' جیسی نظم میں ''مادرِ ہند'' سے خفا بھی نظر آتے ہیں۔ یہ خفگی اور برہمی اس لیے ہے کہ اس نے اپنے دامن میں غیروں کو پناہ دی۔

یوسف ظفر کو وطنِ عزیز سے عشق اس لیے تھا کہ آزادی ان کو بہت عزیز تھی۔ وہ دل سے آزادی کی قدر کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ غلام قوم کی زندگی میں ذلت کے سوا کچھ نہیں۔ غلامی کو وہ طلسمِ باطل کہتے ہیں، آزادی ان کے لیے صبح اور روشنی کی پیامبر تھی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ قوم دوبارہ اندھیروں میں بھٹکے اور ''جی جناب'' کا جو کاسہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے وہ دوبارہ تھامنا پڑے۔ آزادی جیسی بیش بہا نعمت کو پانے کے لیے جو قربانیاں دی گئیں شاعر کے نزدیک وہ قابلِ افسوس نہیں ہیں بلکہ یہ قربانیاں مستقبل میں دائمی بہار کا باعث ہیں۔ یوسف ظفر نے پاکستان سے اپنی محبت اور عقیدت کے اظہار کے لیے درجنوں نظمیں تخلیق کیں جن میں وطن سے والہانہ محبت کا اظہار کیا گیا۔ پاکستان کے حوالے سے دو اہم ترین تاریخی دنوں یعنی یومِ پاکستان اور یومِ آزادی کو بطورِ خاص اپنا موضوع بنایا۔ یوسف ظفر نے وطنیت کے حوالے سے جو نظمیں تخلیق کیں ان میں وطن اور مذہب ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں گویا پاکستان اور اسلام ایک دوسرے کے لیے ناگزیر ہیں۔ انور سدید لکھتے ہیں:

''یوسف ظفر کی شاعری میں مسائلِ وطن وحیات کو اساسی اہمیت حاصل ہے اس نے اپنی سماجی حیثیت کو

برقرار رکھتے ہوئے ان مسائل پر وطنِ عزیز کے ایک آزاد فرد کا ردِّعمل اپنی ذات کے حوالے سے ظاہر کیا۔''۱۱

خدا کی فوج ہیں ہم،اس کے دین کے ہرکارے
اسی کے حکم سے ، اسی سے مرتے ہیں
ہر اک عمل ہے ہماری وفا کا نقارہ
کہ ہم اسی کی اذاں کو بلند کرتے ہیں
پھر آج کرتے ہیں تجدید عہد، ارضِ وطن !
وہ عہد جس کا علم دار آج کا دن ہے
وطن کی عظمت و حرمت ہے اپنی جان کے ساتھ
ظفر! خدائے محمدؐ ہمارا ضامن ہے ۱۲

یوسف ظفر کی ملی شاعری کا ایک حصّہ ان نظموں پر مشتمل ہے جس میں انھوں نے پاکستان کے حوالے سے اہم شخصیات کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ قائداعظم، علامہ اقبال، محمد علی جوہر، لیاقت علی خان اور حفیظ جالندھری جیسی شخصیات کی خدمات اور ان سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ قائداعظم کی وفات کے حوالے سے بھی ایک نظم تخلیق کی۔ شیخ مرحوم عبدالقادر اور ساحر صدیقی کی وفات پر بھی نظمیں کہیں۔ تصدق حسین راجا، یوسف ظفر کی ملی شاعری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''۱۹۴۷ء میں قیامِ پاکستان نے برصغیر کے تمام مسلمانوں کی طرح یوسف ظفر کو بھی آسودگی ساحل دی۔ آزادی کی سنہری صبح اس کے ہر شعر سے نمودار ہونے لگی۔ نظموں اور ترانوں کا یہ سیلاب اس کی ایک مکمل تصنیف ''حریمِ وطن'' میں یکجا ہے لیکن آزادی اور وطن سے محبت صرف اسی ایک مجموعے تک محدود نہیں، اس کے مختلف انداز اس کی بعد میں لکھی جانے والی کئی نظموں میں جھلکتے ہیں۔۱۳

وطنیت کے حوالے سے کشمیر اور بنگال کو بھی نظموں کا موضوع بنایا۔ وہ خطہ کشمیر میں بھی آزادی کے خواہاں تھے تاکہ اہلِ کشمیر کے صبر کا امتحان ختم ہو سکے اور یہ خوبصورت وادی پھر سے مسکرا اٹھے۔ نظم ''پاکستان (۱۴ اگست)''، ''کشمیر ہمارا ہے''، ''دیروحرم''، ''چناب زار''، ''جہلم کشمیر''، ''ملا طاہر غنی کاشمیری'' اور ''میاں محمد بخش'' جیسی نظموں میں وادی کشمیر سے محبت اور اس خطے میں جدوجہدِ آزادی کی عکاسی کی ہے۔ وہ کشمیر کے چمن زاروں کے لیے خیر کی دعائیں مانگتے ہیں۔ یوسف ظفر انسان دوست شاعر تھے اس لیے دنیا بھر کے انسانوں اور بطورِ خاص مسلمانوں کی آزادی کے

خواہاں تھے۔ نظم ''سانحہ بیت المقدس''میں فلسطین کے حالات کے تناظر میں پوری انسانی تاریخ کو رقم کیا ہے۔

قیامِ پاکستان کو یوسف ظفر نے نہایت مثبت انداز سے پیش کیا ہے۔ گو کہ قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی کچھ ناخوش گوار واقعات بھی پیش آئے، حالات زیادہ سازگار نہیں تھے، ہجرت اور فسادات کے دل دوز منظر بھی دیکھنے میں آئے۔ مشترکہ ہندوستان میں برسوں کے ساتھ رہنے والے لوگ ایک دوسرے سے الگ ہوئے تو یہ جذباتی سطح پر بھی ایک دکھ کی بات تھی۔ یوسف ظفر نے اس جدائی اور مفارقت سے پیدا ہونے والی اداسی کی عکاسی کی ہے لیکن اس صورتِ حال میں جذبات سے زیادہ حقائق پر نظر رکھتے ہیں۔ وہ اس بات پر رنجیدہ خاطر نظر آتے ہیں کہ ایک عرصے سے ساتھ رہنے والوں نے ایک دوسرے سے نظریں بدل لیں اور زمین کے ساتھ ساتھ محبتیں اور وفائیں بھی تقسیم ہو گئیں۔

بچھڑ گئے وہ قدیم ہم دم جنھیں گوارا نہ تھی جدائی

کہ اشتراکِ غمِ غلامی نے دی تھی توفیق ہم نوائی

دھڑک رہے تھے تمام دل، جانے کیسے پائیں گے ہم رہائی

اب کہ تہذیب وعلم و مذہب، اسی طلب میں چلے تھے باہم

گلے میں بانہیں، لبوں پہ آہیں، نظر میں چاہیں، زباں پہ ہر دم

فسانہ غم۱۴

یوسف ظفر نے پاکستان بننے سے قبل اور اس دوران ہونے والے فسادات کو بھی اپنی شاعری میں پیش کیا۔ ان فسادات کو شاعر نے سیاسی حوالے سے دیکھنے کی بجائے ایک فرد کے جذبات کے حوالے سے دیکھا اور پیش کیا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد سانحہ ستمبر اور سقوطِ ڈھاکہ دو بڑے حادثات تھے جن سے یوسف ظفر بے حد متاثر ہوئے۔ وطن کا تصور ان کے لیے محض زمین کا ایک ٹکڑا نہیں بلکہ امیدوں، خوابوں اور عقیدوں کا محور ہے اس لیے ان کو اپنے خواب کا ٹوٹنا بہت گراں گزرا۔ ستمبر ۱۹۶۵ء میں وار کرنے والا دشمن تھا، اس کا وار کاری ضرور تھا لیکن چونکہ اس کا جواب بڑی جوانمردی سے دیا گیا تھا اس لیے شاعر نے اسے حادثے کے طور پر نہیں بلکہ ایک معرکے کے طور پر یاد رکھا لیکن ۱۹۷۱ء میں صرف دشمن کا حملہ کارگر نہیں ہوا تھا بلکہ اندرونی سازشوں سے ملک دولخت ہوا تھا اس لیے یوسف ظفر نے اس کو ایک سانحے کے طور پر پیش کیا جس نے اس قوم کی ہیبت اور عظمت کے فسوں کو توڑ دیا۔ یوسف ظفر کو اس بات کا بے حد دکھ تھا کہ ہماری قوم کے ساتھ غدار کا لفظ منسوب ہو گیا ہے۔ ان کی بڑی خواہش تھی کہ وہ یہ داغ مٹا سکیں۔ یوسف ظفر کا تعلق کسی سیاسی جماعت یا گروہ سے نہیں تھا نہ ہی وہ کسی سیاسی نظریے کے قائل تھے۔ وہ بس آزادی کے خواہاں تھے اور حریت کے لیے لڑنے والوں کی زبان تھے۔

ہم مسلماں ہیں ہزیمت نہیں کھانے والے
اپنی پیشانی سے یہ داغ مٹا ڈالیں گے
کہیں تاریخ میں رہ جائے نہ یہ روز سیاہ
اب ہم اس صبح درخشاں کی بنا ڈالیں گے
جو کبھی شام و شب تار سے محجوب نہ ہو
جو کبھی کفر کی یلغار سے منسوب نہ ہو ۱۵

یوسف ظفر کو پاکستان، اس کے تہذیبی ورثے اور بطور خاص اردو زبان کی حفاظت کے لیے شاعروں اور ادیبوں سے بہت سی توقعات تھیں۔ ان کا کہنا ہے کہ پاکستان کے اہلِ قلم ہی پاکستان کی زباں ہیں اور اس کے صحیح ترجمان ہیں۔ یوسف ظفر کا کہنا ہے کہ پاکستان کی صحیح ترجمانی کے لیے ضروری ہے کہ اپنی روایات کی پاسداری کریں۔ غالب اور اقبال کو وہ اردو شاعری کا حقیقی سرچشمہ قرار دیتے ہیں اور ان کو اپنا ادبی سرمایہ اور ورثہ قرار دیتے ہیں۔

''۔۔۔وہ ادب جو اپنے حقیقی سرچشموں سے بہرہ ور ہو گا نہ صرف ہماری پاکستانی قوم کو زیادہ پائیدار بنیادوں پر قائم کرے گا بلکہ اپنے فنکاروں کو بھی زندہ جاوید کر دے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ادب کو مُلا بنا دیجیے۔نہیں اسے سچا پاکستانی بنائیے تو یہ اپنا لباس، اپنا رنگ، اپنی نسل، اپنی مٹی اور ماحول کو خود نمایاں کر لے گا۔'' ۱۶

یوسف ظفر جب وطن سے اظہارِ محبت کرتے ہیں تو وطن کی مٹی، وطن کی فضا، ہوا، اس کی خوشبو، اس کے کہساروں، وادیوں، کھیتوں کا ذکر والہانہ محبت اور عقیدت سے کرتے ہیں۔ آزادی کی قدر و قیمت کا بیان کرتے ہیں۔ وطن کی آزاد فضاؤں، سحر کی کرنوں کے نور، خوبصورت شاموں، حسین راتوں کا ذکر ضرور کرتے ہیں۔ وطن سے محبت کے اظہار کے لیے خود کو اس کے کھیتوں کی مانگ کا سندور اس کی آنکھوں کا کاجل اور نور کہتے ہیں۔ وہ کبھی غنچوں کی خوشبو اور کبھی گلوں کی پھبن بن جاتے ہیں۔ وہ وطن کو بدن اور خود کو اس کی جان، اس کا احساس اور روح کہتے ہیں۔ وطن کی ہوا کا سراپا ایک محبوبہ کے انداز میں بیان کرتے ہیں۔ اس انداز کی نظموں میں وطن کی اہمیت اور اس سے محبت کا شعور نظر آتا ہے۔ ان میں جذبات بھی ہیں اور آزادی کے حق میں دلائل بھی۔ روشنی کے مقابل اندھیروں کو لا کر اسی لیے کھڑا کر دیتے ہیں کہ آزادی کے حُسن کو جلوہ گر کر سکیں۔

یہ فضا۔ یہ ہوائے پاکیزہ
بے صدا اور سر بسر آواز

جیسے اِک دلفریب دوشیزہ
دلنشیں چال، دلربا انداز
نغمہ گر، نغمہ ریز، نغمہ نواز ۱۷

حوالہ جات

۱۔ یوسف ظفر، ''خطبہ صدارت''، مشمولہ حلقہ اربابِ ذوق (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۹۴۶۔

۲۔ انور سدید، اردو ادب کی تحریکیں، ص ۵۹۱۔

۳۔ یوسف ظفر، کلیاتِ یوسف ظفر، (اسلام آباد: روداد پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء) ص ۵۲۳۔

۴۔ ایضاً، ص ۴۲۰۔

۵۔ ایضاً، ص ۵۲۳۔

۶۔ تصدق حسین راجا، یوسف ظفر شخصیت اور فن (اسلام آباد: اکادمی ادبیات، پاکستان، ۲۰۰۶ء)، ص ۳۷۔

۷۔ یوسف ظفر، ص ۴۳۲۔

۸۔ مختار صدیقی، ''پیش آہنگ''، مشمولہ کلیاتِ یوسف ظفر، ص ۴۱۶۔

۹۔ یوسف ظفر، ص ۴۹۵۔

۱۰۔ انور سدید، اردو ادب کی تحریکیں، ص ۵۹۰۔

۱۱۔ انور سدید، جدید نظم کے ارباب اربعہ (لاہور: مقبول اکیڈمی، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۲۴۔

۱۲۔ یوسف ظفر، ص ۴۵۰۔

۱۳۔ تصدق حسین راجا، ''عرضِ مرتب''، مشمولہ کلیاتِ یوسف ظفر، ص ۱۵۔

۱۴۔ یوسف ظفر، ص ۴۳۸۔

۱۵۔ ایضاً، ص ۴۹۸۔

۱۶۔ یوسف ظفر، ''خطبہ صدارت''، مشمولہ حلقہ اربابِ ذوق، ص ۷۱۶۔

۱۷۔ یوسف ظفر، ص ۴۹۲۔